باب ہفتم

کاروانِ نبوت میں شامل عظیم ہستیاں

جو رسول اللہ ﷺ پر ابتدائی ایّام میں ایمان لائیں

باب ہفتم

کاروانِ نبوت میں شامل عظیم ہستیاں جو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ پر ابتدائی ایّام میں ایمان لائیں

اب تک نازل ہونے والی قرآنی تعلیمات کا خلاصہ

[آگے بڑھنے سے قبل مناسب ہے کہ پہلی وحی سے اب تک ایک برس میں اللہ تعالیٰ نے جتنی ہدایات بھیجی ہیں اُن کے اصل پیغامات کا استحضار کر لیا جائے تاکہ سیرت کا مطالعہ کرنے والے قارئین کو وحی اِلٰہی کے محوری پیغام (چارٹر) کی روشنی میں کاروانِ نبوت کی جو سمت متعین ہو رہی ہے وہ بالکل صاف نظر آئے]

- انسانیت کے لیے رب العالمین کی جانب سے علم کی روشنی آرہی ہے، جس کو پڑھا جائے اور رہ نما بنایا جائے (سُوْرَۃُ الْعَلَق)
- انذار و دعوتِ دین، طہارت و پاکیزگی، بلا کسی اجر کی تمنا کے نیکی اور احسان اور کردار میں صبر و جماؤ (سُوْرَۃُ الْمُدَّثِّر)
- یتیم، سائل اور نادار کو جھڑکنے پر پابندی اور اور تحدیثِ نعمت کا حکم (سُوْرَۃُ الضُّحٰی)
- آسانی اور مشقت ہر دو صورتوں میں کارواں کے ساتھ رہنے اور عبادت میں مشغولیت کا حکم دیا جا رہا ہے۔(سُوْرَۃُ الِانْشِرَاح)
- رب العالمین کی حمد اور صرف اُس کی اطاعت اور بندگی کے اعتراف کے ساتھ ہدایت کی طلب کہ انعام والوں میں شمولیت ہو جائے نہ کہ مغضوبوں میں ہو۔(سُوْرَۃُ الْفَاتِحَۃ)
- دنیا سے بے رغبتی ہو، آخرت پر نظریں جم جائیں، زبانیں تسبیح و ذکر سے تر رہیں، تزکیے کی فکر ہو (سُوْرَۃُ الْاَعْلٰی)
- نیک اعمال اور پھر اُن پر جماؤ ہو (سُوْرَۃُ الْعَصْر)
- اللہ کے دین کے لیے اٹھنے والے، ایک دنیا کو تبدیل کرنے والے گھوڑوں کی مانند چست و تیز رو اور اُن کی ہی مانند مالک کے وفادار ہوں (سُوْرَۃُ الْعٰدِیٰت)
- دل میں دنیا سے بے رغبتی اور زندگی میں سادگی اتنی ہو کہ زیادہ سامانِ زندگی، بوجھ محسوس ہو کہ ایک ایک چیز

کا حساب دینا ہے(سُوْرَۃُ التَّکَاثُر)

- کیا اہلِ مکہ کو قریبی تاریخ اور اس شہر میں اپنی معاشی و معاشرتی حیثیت ایک اللہ کی بندگی پر آمادہ نہیں کرتی؟ [داعی کو ماحول کے تاریخی حقائق کے ساتھ معاشرتی اور معاشی رَوؤں (Currents) سے لازماً واقف ہونا چاہیے کہ اس کے بغیر آپ اپنے مخاطبین کو نہ سمجھ سکتے ہیں نہ اُن سے بات کر سکتے ہیں (سُوْرَۃُ الْفِیْل، سُوْرَۃُ قُرَیْش)]
- سُوْرَۃُ الْقَدْر جو قرآن کے نزول کی تاریخ اور کیفیت پر ایک گواہی ہے، مزید یہ اس مبارک رات میں لوگوں کو عبادت پر ابھارنے والی بھی ہے۔(سُوْرَۃُ الْقَدْر)

قیامت کا انتہائی ہول ناک منظر (سُوْرَۃُ التَّکْوِیْر کی پہلی ۱۴ آیات اور سُوْرَۃُ الْاِنْفِطَار کی پہلی ۸ آیات)

دورِ نبوت کے پہلے سال میں شامل ہونے والے رفقائے کار

سابقون الاوّلون: اگلے صفحے پر دیے گئے چارٹ میں سابقون الاوّلون کے نام درج ہیں۔ گذشتہ ابواب میں اُن سات مبارک ہستیوں [۱- خدیجہؓ بنت خویلد، ۲- علیؓ بن ابی طالب، ۳- ابو بکرؓ صدیق ۴-عمار بن یاسرؓ، ۵-خالد بن سعیدؓ، ۶-سعید بن زیدؓ، ۷-صہیب بن سنان الرومیؓ] کا تذکرہ آ چکا ہے یہ وہ مبارک ہستیاں جن کو سب سے آگے بڑھ کر نبی ﷺ کے کاروان میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔

مذکورہ چارٹ میں پہلے سال نبوت میں ایمان لانے والی یہ اٹھارہ یونٹس (خاندانوں) پر مشتمل ۱۵۱ افراد کی ٹیم ہے۔ ان کی آپس کی ترتیب میں کچھ تقدیم و تاخیر ممکن ہے، تاہم مجموعی طور پر یہ ہی سابقون الاوّلون ہیں، اِن یونٹس کے اٹھارہ سربراہوں میں عشرۃ المبشرہ کے نو افراد شامل ہیں، دسویں عمرؓ بن الخطاب جو تین برس بعد ایمان لائے، اُن کا تیسرے سال کے واقعات میں تذکرہ آئے گا۔ ابوذر غفّاریؓ کے بارے میں بعض علما کی رائے ہے کہ وہ دارِ ارقم کے قیام یعنی نبوت کے تیسرے برس کے آخر یا چوتھے برس کے شروع میں ایمان لائے اور بعض ماہرین رجال کی رائے میں عمروؓ بن عبسہ بھی چند اوّلین اسلام لانے والوں میں سے ایک تھے۔ ناقص علم کے ساتھ جس کو جہاں ترتیب میں رکھنا اور چھوڑنا تھا وہ کر لیا ہے مگر کسی بات پر نہ ہرگز اصرار ہے، نہ ہی راقم اس بحث کو قابلِ اعتنا سمجھتا ہے۔ اپنی ہر تقصیر اور جہالت پر عاجز اللہ کے حضور عفو و درگزر کا طالب ہے۔

جدول: ۷ - ۱

سبقت کرنے والی مبارک ہستی کا نام اور اُن کے ساتھ اُن کے گھر والوں کے نام جو ایمان لائے	قبیلہ	کل افراد
۱ خاندانِ نبوت: خدیجہؓ بنت خویلد، ورقہؓ بن نوفل، زیدؓ بن حارثہ، علیؓ بن ابی طالب، نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی چاروں بیٹیاں	بنی ہاشم	۸
۲ ابو بکرؓ، اہلیہ ام رومانؓ، بیٹیاں اسماؓ اور عائشہؓ، بیٹے عبداللہؓ اور بہو عاتکہؓ بن زید	بنی تیم	۶
۳ عمار بن یاسرؓ ان کے والد یاسرؓ بن عامر، اُن کی والدہ سمعیہؓ اور اُن کے بھائی عبداللہؓ بن یاسر	بنی مخزوم	۴
۴ خبابؓ بن الارت	بنی زہرہ	۱
۵ خالدؓ بن سعید بن العاص بن امیہ ان کی بیوی امیمہؓ (یا امینہ) بنت خلف الخزاعیہ	بنی امیہ	۲
۶ ابوذر غفّاریؓ	غیر قریش	۱
۷ سعیدؓ بن زید بن عمرو بن نفیل (عمرؓ کے بہنوئی اور چچازاد بھائی) ان کی بیوی فاطمہؓ بنت الخطاب	بنی عدی	۲
۸ ارقمؓ بن ابی الارقم (دارِ ارقم کو وقف کرنے والے)	بنی مخزوم	۱
۹ زبیر بن العوامؓ (خدیجہؓ کے بھتیجے) اور ان کی والدہ صفیہ بنت عبدالمطّلب، نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی پھوپھی	بنی اسد	۲
۱۰ عثمان بن عفانؓ اور ان کی والدہ اروی ؓبنت کریز	بنی امیہ	۲
۱۱ عبدالرحمن بن عوفؓ اور ان کی والدہ شفاؓ بنت عوف، عبدالرحمن بن عوفؓ کے چچازاد بھائی مطلّبؓ بن ازہر	بنی زہرہ	۳
۱۲ سعد بن ابی وقاصؓ (ابو وقاصؓ کا اصل نام مالک بن اھیب تھا) ان کے دو بھائی عمیرؓ بن ابی وقاص اور عامرؓ بن ابی وقاص اور ان کی (عامر) بیوی رملہؓ بنت ابی عوف سہمیہ	بنی زہرہ	۴
۱۳ طلحہؓ بن عبیداللہ ان کی والدہ صعبہؓ بنت الحضری	بنی تیم	۲
۱۴ عثمانؓ بن مظعون اور ان کے دو بھائی قدامہؓ بن مظعون اور عبداللہؓ بن مظعون اور بیٹے سائب اور خواتین	بنی جمح	۷
۱۵ ابوعبیدہ بن الجراحؓ بنی فہر بن مالک		۱
۱۶ ابو سلمہؓ عبداللہ بن عبدالاسد (رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے پھوپھی زاد اور رضائی بھائی-ام المومنین ام سلمہ کے پہلے شوہر تھے) ان کی بیوی ام سلمہؓ (یہ اور ان کے شوہر ابو سلمہ ابو جہل کے قریبی رشتہ دار تھے)	بنی مخزوم	۲
۱۷ صہیبؓ بن سنان الرومی	بنی تیم	۱
۱۸ عبداللہؓ بن مسعود اور ان کے بھائی عتبہؓ بن مسعود (قبیلہ ہذیل اور بنی زہرہ کے حلیف)	بنی زہرہ	۲

کیا پہلے تین سالوں میں یہ پاکیزہ نفوس کسی خفیہ دعوت میں مصروف تھے؟: اِن تمام مبارک ہستیوں کا قرآن کی اب تک نازل شدہ ہدایات کی روشنی میں (قرآن کے اس چارٹر کی روشنی میں) جائزہ لیجیے یہ تمام ان ہدایات پر اس طرح عامل تھے کہ اِن کی زندگیاں قرآن کی ان آیات کی زندہ تفسیر تھیں۔ دعوت کے پہلے مرحلے میں جو مزید ڈیڑھ برس جاری رہا (یعنی آثارِ آغازِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پورے تین برس بعد تک) عام طور پر خفیہ [77] دعوت کے دور سے جانا جاتا ہے، نہ جانے کیوں کسی نے پہلی مرتبہ اس کو خفیہ دعوت کہا اور پھر سب ہی اسے اسی نام سے پکارنے لگے ہم اسے 'خاموش اور غیر مہماتی دعوتی مرحلے' سے پکاریں گے۔

یہ مرحلہ سعید روحوں کو ڈھونڈ، ڈھونڈ کر جمع کرنے اور پھر قرآن کی تلاوت کے ذریعے اُن کے تزکیہ نفس کا دور تھا۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ نبی کو سُوْرَۃُ الْمُدَّثِّر میں قم فانذر کا حکم مل چکا ہو اور نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم انذار و تبلیغ نہ کریں لیکن یہ دھیمے انداز میں زیادہ حکمت کے ساتھ اُن لوگوں تک محدود تھی جن کی سلامتِ طبع کے بارے میں اتنا اطمینان تھا کہ اگر بات قبول نہ بھی کی تو بات کا بتنگڑ نہ بنائیں گے، چناں چہ جن تک بات پہنچائی گئی، اُن کی اکثریت نے بات تسلیم کرلی۔ اس دور میں اصل ہدف ان افراد کا تزکیہ اور اذہان کی تیاری کا تھا۔ دنیا سے بے رغبتی آخرت پر نگاہیں، صبر و تسلیم و رضا کی عادت، عبادت میں بے انتہا شغف، اللہ، اُس کے رسول اور مومنین سے محبت، نگاہوں میں دین کی سربلندی کا ہدف اور یقین، یہ وہ امور تھے جو ان سعید روحوں کے اندر جذب کیے جارہے تھے اور مزید لوگ اس ٹیم میں شامل ہورہے تھے اس طرح کہ نیکی اور خیر کی کانِ نمک میں شامل ہو کر سب ہی نمک بن رہے تھے اور آخر کار یہ زمین کا نمک اور پہاڑی کا چراغ بن گئے!!

ہم دیکھتے ہیں کہ ان سعید زندگیوں کو قبولِ اسلام کے ساتھ ہی تبلیغی مہمات اور انقلابِ امامت کی جدوجہد میں نہیں لگایا گیا بلکہ اُس وقت تک کا انتظار کیا گیا کہ جب تک کہ اُمورِ مذکورہ سے قلوب منور اور روح سیراب نہیں ہوئی، یہ مرحلہ کم و بیش تین سال جاری رہا، اس دوران قرآن نازل ہو کر سینوں میں اور سیرت و اطوار میں جذب ہوتا چلا گیا۔ کم و بیش مزید ڈیڑھ سو افراد اس قافلے میں شامل ہو گئے۔ جیسا کہ آپ پچھلے صفحے پر دی گئی فہرست میں دیکھتے ہیں کہ ہر قابلِ ذکر قبیلے کے افراد اور وہ

---

77 اردو زبان میں لفظ 'خفیہ' عام طور پر مذموم اور سازشی کاموں اور مہمات کے لیے استعمال ہوتا ہے

بھی کردار کے دھنی اور وہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں تھے، جن پر اُن کا قبیلہ ناز کر سکتا تھا جو اُس کی شان و آبرو تھے، جو اپنے اپنے قبیلوں کے دمکتے مستقبل کا ستارہ تھے۔ مکہ جیسے ایک چھوٹے سے قصبے میں، جو آبادی کے لحاظ سے کراچی جیسے شہر کا ایک ہزارواں بھی نہ تھا اور اپنی پیمائش میں سواں بھی نہ تھا، اُس میں اگر اُس کے بیش از بیش قیاس کردہ پانچ ہزار لوگوں میں سے دو سو آدمی ایمان بھی لے آئیں تو یہ ایک بہت بڑی تعداد بن جاتی ہے یعنی تقریباً چار فی صد اور اگر محتاط اندازے کے مطابق دو ہزار آبادی مانی جائے تو اہلِ ایمان کی تعداد دس فی صد تک پہنچ جاتی ہے۔ اور پھر یہ دعوت صرف کسی ایک گھرانے سے نہیں سارے مکہ کے تمام قبیلوں سے سعید روحوں کو کھینچ لائی تھی۔

اس گفتگو کی روشنی میں، جو اوپر ہم نے پیش کی یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ یہ کوئی خفیہ تحریک ہو ہی نہیں سکتی تھی، وہ بات جس کا گھر گھر چرچا تھا کس طرح خفیہ کہی جا سکتی ہے، یہ لفظ خفیہ کا غلط استعمال یا اس کے معانی الٹ دینے کے ہیں۔ اُس مبارک دور کو خفیہ دور کہنا نہ صرف حقیقت کے خلاف ہے بلکہ دعوت کے شایانِ شان نہیں ہے۔ بات دراصل یہ تھی کہ مختلف خاندانوں کے وہ چشم و چراغ اور چہیتے ایمان لائے تھے کہ گھر کے دیگر افراد اپنے ان پیاروں کی دل آزاری گوارا نہ کرتے تھے۔ چوں کہ ان لوگوں نے نظامِ باطل کو للکارا نہیں تھا، لوگوں کی سرداریاں ابھی خطرے میں نہیں پڑی تھیں، ابھی اِن کے معبودان کو بر سرِ عام غلط نہیں کہا گیا تھا، معاشرے کی بنیادوں کو انقلاب کی صداؤں نے ہلایا نہیں تھا کعبے کو اپنی نمازوں کا مرکز نہیں بنایا گیا تھا، اِس لیے سردارانِ قریش نے بھی اس دعوت کی اعلانیہ مخالفت شروع نہیں کی تھی۔ ہم ذیل میں مولانا امین احسن اصلاحی صاحبؒ کے تلمیذِ رشید جناب خالد مسعود صاحبؒ کی سیرت النبی پر کتاب حیاتِ رسولِ اُمی ﷺ سے ایک اقتباس نقل کر رہے ہیں:

"سیرت کی قدیم ترین کتابوں کے مطابق نبوت کے پانچویں سال تک مسلمانوں کی تعداد سوا سو سے زیادہ ہو چکی تھی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بالکل ابتدا ہی میں قریش کے تمام خاندانوں کے اچھے افراد کو متاثر کر کے ان کے دلوں کو جیت لینے والی دعوت کیا خفیہ تھی اور اتنے لوگوں کا اسلام کیا مخفی رہ سکتا تھا کہ قریش کی لیڈر شپ کو تین سالوں تک کانوں کان خبر نہ ہوئی کہ وہ اس آنے والے سیلاب کے آگے بند باندھنے کی کوئی تدبیر کر سکتے۔ قریش کے خانوادے کوئی الگ الگ جزیرے نہ تھے کہ بنو ہاشم میں پیش آنے والا ایک واقعہ بنو امیہ یا بنو اسد یا بنو مخزوم کے علم میں نہ آسکتا۔ ان کی آپس میں رشتہ داریاں تھیں۔

آنحضرت کی پھوپھی ام الحکیم بیضاء بنو امیہ میں، پھوپھی صفیہ بنو اسد میں، پھوپھی برہ بنو مخزوم میں اور پھوپھی امیمہ بنو اسد بن خزیمہ میں بیاہی ہوئی تھیں۔ عثمان بن عفان بیضاء کے نواسے اور زبیر بن العوام حضرت خدیجہ کے بھتیجے اور صفیہ کے بیٹے تھے۔ جحش کے صاحب زادے امیمہ کی اولاد اور ابو سلمہ برہ کے بیٹے تھے۔ بنو زہرہ آں حضرت کے ننھیال اور بنو اسد آپ کے سسرال تھے۔ اتنی قریبی رشتہ داریوں میں باہمی تعلقات بے تکلف ہوتے ہیں، تمام لوگ ایک دوسرے کے احوال سے باخبر ہوتے ہیں اور کوئی بھی غیر معمولی واقعہ خفیہ نہیں رہ سکتا۔ آخر رسول اللہ ﷺ کی دعوت ہی تین سال تک کیسے خفیہ رہ گئی!

ہمارے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی تبلیغ نہ صرف یہ کہ قریش کی لیڈر شپ کی نگاہوں کے سامنے ہو رہی تھی، بلکہ انھی کو مخاطب کیا جا رہا تھا، کیونکہ حضور کے عشیرہ و قبیلہ وہی تھے۔ لوگوں کے قبول اسلام کی رفتار بالکل فطری تھی۔ لوگ آں حضرت ﷺ سے ملتے، آپ کا نقطہ نظر معلوم کرتے اور جیسے جیسے دعوت کے معاملہ میں یک سو ہوتے قبول اسلام کی راہ میں کوئی چیز سد راہ نہیں بنتی تھی۔ آغاز کار میں بوجوہ قریش کے لیڈروں نے حضور کی مخالفت میں کوئی قدم نہیں اٹھایا، بلکہ دعوت توحید کو برداشت کیا۔" (حیاتِ رسولِ اُمّی ﷺ، خالد مسعودؒ، صفحہ ۱۱۳-۱۱۴)

سہ سالہ تعمیرِ سیرت کا پروگرام: اس سے قبل کہ ہم اِن سابقون الاوّلون گروہ میں شامل اُن عظیم انسانوں کا مختصر تعارف حاصل کریں جن کے طفیل یہ دین پرورش پایا اور ہم تک پہنچا ہے، اس بات پر ذرا چند لمحے غور کریں کہ آج دین کے احیا کے لیے اٹھنے والی جماعتیں اور تحریکیں قرآن کے اس چارٹر [۷۸] کا کتنا خیال رکھتی ہیں کہ جب تک قریب آنے والے افراد اپنی سیرت کی تعمیر میں ان ابتدائی مطالباتِ سیرت پر پورے نہ اتر جائیں، اُنھیں احیائی تحریکوں میں کوئی مقام حاصل نہیں ہونا چاہیے۔

اب ہم اُن سات افراد کو چھوڑ کر کہ جن کا تذکرہ پچھلے باب میں آچکا ہے مزید کچھ دیگر اولوالعزم لوگوں کا مختصر تذکرہ کریں گے، جنھیں کاروانِ نبوت میں سالارِ قافلہ ﷺ کے ہم راہیوں میں سابقون الاوّلون بننے کی سعادت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔ آگے جن کے تذکرے آرہے ہیں اِن کے نام یہ ہیں:

۱-زیدؓ بن حارثہ، ۲-خبابؓ بن الارت، ۳-ابوذر غفاریؓ، ۴-ارقمؓ بن ابی الارقم، ۵-زبیرؓ بن العوام، ۶-

۷۸ اس چارٹر سے ہماری مراد دورِ نبوت کے پہلے سال میں نازل ہونے والی قرآنی تعلیمات ہیں جن کا تذکرہ پچھلے باب میں کیا گیا۔

عثمانؓ بن عفّان، ۷-عبدالرحمنؓ بن عوف، ۸-سعدؓ بن ابی وقاص، ۹-طلحہؓ بن عبیداللہ، ۱۰-عثمانؓ بن مظعون، ۱۱-ابوعبیدہؓ بن الجراح، ۱۲-ابوسلمہؓ عبداللہ، ۱۳-عبداللہؓ بن مسعود، ۱۴-عمروؓ بن عبسہ

زیدؓ بن حارثہ

آپ کی کنیت ابواسامہ تھی۔ زیدؓ کی والدہ سعدی بنت ثعلبہ ایک مرتبہ اپنے کم عمر بچے زید کو ساتھ لے کر اپنے میکہ جارہی تھیں، راستے میں ڈاکو اس نونہال کو خیمہ کے سامنے سے اٹھالائے اور غلام بناکر عکاظ کے بازار میں فروخت کے لیے پیش کیا حکیم بن حزام نے چار سو درہم میں خرید کر اپنی پھوپھی خدیجہ بنت خویلدؓ کی خدمت میں پیش کیا۔ نبی ﷺ نے خدیجہؓ سے شادی کے بعد اس بچے کو گھر میں پایا اور عمدہ اطوار کی وجہ سے بہت پسند کیا۔ آپؐ کی پسندیدگی کو دیکھ کر خدیجہؓ نے یہ بچہ آپؐ کو دے دیا، اس طرح زیدؓ کو رسول اللہ ﷺ کی غلامی کا شرف نصیب ہوا۔ ایک سال زیدؓ کے کچھ ددھیالی رشتے دار حج کے لیے مکہ آئے تو انھوں نے زید کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور واپس جاکر ان کے والد کو اطلاع دی تو وہ اُسی وقت اپنے بھائی کعب بن شرجیل کو ہم راہ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوگئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ ہمارے بیٹے کو معاوضہ لے کر آزاد کردیا جائے، آپ نے فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ زیدؓ کو بلایا جائے اگر وہ تمھیں پسند کرے تو بغیر کسی معاوضے کے وہ تمھارا ہے اور اگر مجھے ترجیح دے تو اللہ کی قسم میں ایسا نہیں ہوں کہ جو میرے ساتھ رہنا چاہے میں اُسے روانہ کردوں۔ حارثہ اور کعب نے اس بات پر شکریہ کے ساتھ رضامندی ظاہر کی، زیدؓ بلائے گئے، نبی ﷺ نے پوچھا، تم ان دونوں کو پہچانتے ہو؟ عرض کیا، جی ہاں! یہ میرے باپ اور یہ چچا ہیں۔ آپ نے کہا کہ تمھیں اختیار ہے چاہے مجھے پسند کرو یا ان دونوں کو، زید نے آپؐ کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی باپ اور چچا تعجب سے بولے، زیدؓ، افسوس تم آزادی، باپ چچا اور خاندان پر غلامی کو ترجیح دیتے ہو، فرمایا، ہاں! مجھے اس ذات پاک میں ایسے ہی کردار کے اوصاف نظر آئے ہیں کہ میں اِن پر کسی کو کبھی ترجیح نہیں دے سکتا۔ یہ سن کر نبی ﷺ نے خانہ کعبہ میں مقام حجر کے پاس ان کو لے جاکر اعلان فرمایا کہ، زید آج سے میرا بیٹا ہے، میں اس کا وارث ہوں گا، وہ میرا وارث ہوگا، اس اعلان سے ان کے باپ اور چچا مطمئن ہوگئے۔

اس اعلان کے بعد زید رضی اللہ عنہ، نبی ﷺ کے ساتھ اس تعلق کی بنا پر رواج کے مطابق 'زید بن محمد'

کے نام سے پکارے جانے لگے یہاں تک کہ قرآن مجید میں صرف اور صرف اپنے نسبی آبا کے ساتھ پکارنے کی ہدایت آگئی تو وہ پھر زید بن محمد کے بجائے پھر دوبارہ اپنے اصلی نام، زید بن حارثہ سے پکارے جانے لگے۔

اُمّ ایمنؓ، رسول اللہ ﷺ کے والد کی کنیز تھیں اور انھوں نے ہی آپؐ کی شیر خواری میں آپؐ کی آیا کے فرائض ادا کیے تھے، آپ ﷺ ان کو نہایت محبوب رکھتے تھے، اور ماں کہہ کر پکارتے تھے، ایک روز آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی جنتی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کو اُمّ ایمنؓ سے نکاح کرنا چاہیے، زیدؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خوش نودی کے اس موقع سے فایدہ اُٹھا کر ان سے شادی کرلی۔ اُسامہ بن زیدؓ اُن کے بطن سے مکہ میں پیدا ہوئے اور اپنے والد کے بعد حُبِّ رسول اللہ ﷺ کے لقب سے مشہور ہوئے۔

خباب بن ارتؓ

خباب نام تھا اور ابو عبداللہ کنیت تھی۔ زمانہ جاہلیت میں غلام بنا کر مکہ میں فروخت کیے گئے۔ خبابؓ کا اسلام لانے والوں میں چھٹا نمبر تھا، اسی لیے "سادس الاسلام" کہلاتے تھے۔ یہ غلام تھے، ان کا کوئی بھی حامی و مددگار نہ تھا، اس لیے کفار نے ان کو مشق ستم بنالیا اور ان کو بڑی دردناک سزائیں دیتے تھے، دہکتے ہوئے انگاروں پر ننگی پیٹھ لٹا کر سینہ پر ایک بھاری پتھر رکھ کر ایک آدمی اوپر سے دباتا اور زخموں کی رطوبت آگ کو بجھاتی، لیکن اس سختی کے باوجود وہ زبان کلمہ توحید سے نہ پھرتی، نبی ﷺ اس کس مپرسی کی حالت میں دل جوئی کرتے تھے؛ اُن کا آقا اتنا سنگ دل تھا کہ وہ ان کے لیے اتنی مدد بھی نہ برداشت کر سکا اور اس کی سزا میں لوہا آگ میں تپا کر اس سے ان کا سر داغ دیا۔

عاص بن وائل کے ذمہ ان کی مزدوری کے پیسے تھے، یہ جب اُس سے تقاضا کرتے تو جواب دیتا کہ 'جب تک محمد ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑوگے، اس وقت تک نہیں مل سکتے'، یہ جواب دیتے کہ 'جب تک مر کر دوبارہ زندہ نہ ہوگے میں محمد ﷺ کو نہیں چھوڑ سکتا' وہ کہتا اچھا میں مر کر پھر زندہ ہوں گا اور مجھ کو مال اور اولاد ملے گی، تو اُس وقت تمھاری مزدوری ادا کردوں گا، اس طرح مسلمانوں کے اس عقیدے پر طنز تھا کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی ملے گی اس واقعہ پر کلام اللہ کی یہ آیت نازل ہوئی:
اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا ۝ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ

عَهْدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا ۭ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَ نَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۙ (سُوْرَۃُ مَرْیَم: ۷۷تا۷۹) پھر تُو نے دیکھا اُس شخص کو جو ہماری آیات کو ماننے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تو مال اور اولاد سے نوازا ہی جاتا رہوں گا؟ کیا اسے غیب کا پتا چل گیا ہے یا اس نے رحمٰن سے کوئی عہد لے رکھا ہے؟ ہر گز نہیں، جو کچھ یہ بکتا ہے اسے ہم لکھ لیں گے۔ [یاد رہے کہ سُوْرَۃُ مَرْیَم نبوت کے پانچویں برس میں نازل ہوئی، یہ وہ برس ہے جس میں ظلم و تشدد عروج پر تھا]

زمانہ جاہلیت میں اور پھر کافی بعد تک تلواریں بنا کر روزی کماتے رہے۔ امیر المؤمنین سیّدنا عمرؓ، اُن قربانیوں کی وجہ سے جو اسلام کے قیام کی خاطر خبابؓ نے دی تھیں، اُن کا بہت احترام کرتے تھے ایک دن یہ ان سے ملنے گئے تو سیّدنا عمرؓ نے اُن کو اپنی نشست پر بٹھایا اور لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ان کے علاوہ صرف ایک شخص اور ہے جو اس جگہ بیٹھنے کا مستحق ہے، خبابؓ نے پوچھا امیر المومنین! وہ کون؟ فرمایا بلالؓ! خبابؓ نے عرض کیا وہ میرے برابر کیوں کر [اس اعزاز کے] مستحق ہو سکتے ہیں، مشرکین میں ان کے بہت سے مددگار تھے؛ لیکن میرا پوچھنے والا سوائے اللہ کے کوئی نہ تھا، اس کے بعد اپنے دورِ ابتلا کے مصائب کی داستان سنائی۔

مرض الموت کے موقع پر کچھ لوگ عیادت کرنے آئے اور کہا ابو عبد اللہ تم کو خوش ہونا چاہیے، جلد اپنے ساتھیوں سے مل جاؤ گے، یہ سن کر رِقّت طاری ہو گئی، فرمایا کہ میں موت سے نہیں گھبراتا تم لوگوں نے ایسے لوگوں کو یاد دلایا جو اس دنیا سے بغیر کچھ لیے اَجر کے مستحق اُٹھے، مجھ کو خوف ہے کہ کہیں مجھے یہ دنیا، ثوابِ آخرت کے بجائے نہ مل گئی ہو۔

ارقمؓ بن ابی الارقم

آپ کی کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ ارقمؓ کا خاندان بنو مخزوم، ایامِ جاہلیت میں مخصوص عزت و اقتدار کا مالک تھا، ان کے دادا ابو جندب اسد بن عبد اللہ اپنے زمانہ میں مکہ کے ایک نہایت سر برآوردہ رئیس تھے۔ آپؓ ابو جہل کے قریبی عزیز یعنی عم زاد تھے، ارقمؓ کے اسلام پر احسانات میں سے ایک یہ ہے کہ انھوں نے اسلام کو پہلا مرکز مہیا کیا جو دارِ ارقم کے نام سے جانا جاتا ہے، یہ مکان کوہِ صفا کے اتنا قریب تھا کہ سعی کے دوران حاجی اِس کے دروازے کے سامنے سے گزرتے تھے ارقمؓ کے اوصاف میں عبادت اور تقویٰ بہت نمایاں تھے، ایک مرتبہ انھوں نے بیت المقدس کا قصد کیا اور رختِ

سفر باندھ کے رسول اللہ ﷺ سے رخصت ہونے آئے، آپ ﷺ نے پوچھا کہ تجارت کے خیال سے جاتے ہو یا کوئی خاص ضرورت ہے؟ بولے میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ ﷺ کوئی ضرورت نہیں ہے، صرف بیت المقدس میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں، آپؐ نے بتایا کہ میری اس مسجد کی ایک نماز مسجد حرام کے سوا تمام مساجد کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے، ارقمؓ نے یہ سنتے ہی، مسجد نبوی ﷺ کو چھوڑ کر بیت المقدس جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

ارقمؓ نے دارِ ارقم کو جو اپنی تاریخی عظمت کے لحاظ سے ایک تاریخی یادگار تھا، وقف علی الاولاد کر دیا خلیفہ مہدی کے 'ہونہاروں' نے اسے منہدم کر کے نئے سرے سے ایک محل تعمیر کرایا، پھر گردشِ ایام کے دوران اس میں تبدیلیاں ہوتی رہیں اور اس طرح آغاز اسلام کی پہلی تربیت گاہ کی عمارت کو آنے والے کبھی نسلیں کبھی نہ دیکھ سکیں گی۔

ارقمؓ ۸۳ برس کی عمر پا کر ۵۳ ہجری میں اللہ تبارک و تعالیٰ سے ملاقات کے لیے اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ اُنھوں نے وصیت فرمائی تھی کہ سعد بن ابی وقاصؓ اُن کے جنازہ کی نماز پڑھائیں، لیکن وہ آپ کی وفات کے وقت مدینہ سے کچھ فاصلہ پر کسی دوسرے مقام پر تھے، اُن کے آنے میں دیر ہوئی تو والی مدینہ مروان بن حکم نے کہا کہ ایک شخص کے انتظار میں جنازہ کب تک رُکا رہے گا؟ اور چاہا کہ خود آگے بڑھ کر امامت کرے، لیکن آپ کے بیٹے عبید اللہؓ نے اجازت نہ دی اور اُن کا قبیلہ بنی مخزوم سیّدنا ارقمؓ کی وصیت کی تکمیل کے لیے جم گیا، بات کچھ جھگڑے کی شکل اختیار کر چکی تھی کہ اسی دوران سعد بن ابی وقاصؓ تشریف لے آئے اور انھوں نے ہی نماز پڑھائی۔ آپؓ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

زبیر بن العوامؓ

آپ کی کنیت ابو عبد اللہ تھی اور لقب حواری رسول اللہ ﷺ۔ آپ کی نبی ﷺ سے کئی رشتہ داریاں تھیں۔ آپؓ کی والدہ صفیہؓ نبی ﷺ کی پھوپھی تھیں، اس طرح آپؓ رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے، اُمّ المومنین خدیجہؓ کے حقیقی بھتیجے بھی تھے اور ابو بکرؓ کے داماد ہونے کے سبب سے رسول اللہ ﷺ کے ساڑھو بھی تھے۔ ان کی والدہ صفیہؓ نے ابتدا ہی سے ان کی ایسی تربیت کی تھی کہ وہ جوان ہو کر ایک بہادر مرد بنیں ایک دفعہ نوفل بن خویلد جو اپنے بھائی عوام کے مرنے

کے بعد ان کے سرپرست تھے، صفیہؓ پر نہایت خفا ہوئے کہ کیا تم اس بچے کو اس طرح مار مار کے مار ڈالو گی، اور بنو ہاشم [صفیہؓ کے قبیلہ کے لوگوں] سے کہا کہ تم لوگ صفیہؓ کو سمجھاتے کیوں نہیں! صفیہؓ نے رجز میں اس خفگی کا جواب دیا کہ: "جس نے یہ کہا کہ میں اس سے بغض رکھتی ہوں، اس نے غلط کہا، میں تو اِس کو اس لیے مارتی ہوں کہ عقل مند بنے اور فوجوں کو شکست دے سکے اور۔۔۔" اس تربیت کا یہ اثر تھا کہ وہ بچپن ہی میں بڑے بڑے مردوں کا مقابلہ کرنے لگے تھے ۔زبیرؓ صرف سولہ برس کے تھے جب ایمان لائے۔ ایک دفعہ کسی نے مشہور کر دیا کہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو گرفتار کر لیا ہے، یہ سن کر اُسی وقت تلوار برہنہ لے کر مجمع کو چیرتے ہوئے آپ کے گھر پر حاضر ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو پوچھا زبیرؓ! یہ کیا؟ عرض کیا مجھے معلوم ہوا تھا کہ (اللہ نہ کردہ) آپ گرفتار کر لیے گئے ہیں، آپؐ نہایت خوش ہوئے اور ان کے لیے دعائے خیر فرمائی یہ پہلی تلوار تھی جو اسلام کی حمایت میں میان سے باہر آئی (وہ بھی ایک نوخیز لڑکے کے ہاتھ سے)۔

عثمانؓ بن عفان

ابو عبداللہ اور ابو عمر کنیت تھی، ذوالنورین لقب اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی دو صاحب زادیاں یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں۔ عثمانؓ کا خاندان ایام جاہلیت میں غیر معمولی عزت اور وقار رکھتا تھا۔ عثمانؓ واقعہ فیل کے چھٹے برس پیدا ہوئے، بچپن میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا، عہدِ شباب کا آغاز ہوا تو تجارتی کاروبار میں مشغول ہوئے اور اپنی صداقت، دیانت اور راست بازی کے باعث کاروبار کو غیر معمولی فروغ حاصل ہوا۔

ایک روز وہ حسب معمول اپنے دوست ابو بکرؓ کے پاس آئے اور اسلام کے متعلق گفتگو شروع ہوئی، اس گفتگو سے آپ اتنے متاثر ہوئے کہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے، ابھی دونوں حضرات جانے کا خیال ہی کر رہے تھے کہ خود نبی ﷺ تشریف لے آئے اور عثمانؓ کو دیکھ کر فرمایا، "عثمان! اللہ کی جنت قبول کر، میں تیری اور تمام خلق کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوا ہوں"۔ عثمانؓ کا بیان ہے کہ زبانِ نبوت کے ان سادہ جملوں میں نہ جانے کیا تاثیر تھی کہ میں بے اختیار کلمہ شہادت پڑھنے لگا اور اسلام میں داخل ہو گیا۔

اس موقع پر یہ جاننا ضروری ہے کہ سیّدنا عثمانؓ کا تعلق اُموی خاندان سے تھا جو بنو ہاشم کا حریف تھا اور اُموی لوگ رسول اللہ ﷺ کی متوقع کامیابی کو اس لیے خوف و حسد کی نگاہ سے دیکھتے تھے کہ کہیں محمدؐ کی کامیابی سے عرب کی سیادت کی باگ بنو امیہ کے ہاتھ سے نکل کر کاملاً بنو ہاشم کے پاس چلی جائے گی، یہی وجہ تھی کہ عقبہ بن ابی معیط اور ابوسفیان (دورِ جاہلیت میں) اسلام کو دبانے میں نہایت سرگرمی سے پیش پیش رہے لیکن عثمانؓ کا دل خاندانی عصبیتوں سے پاک تھا انھوں نے نہایت جرأت کے ساتھ اپنے خاندان کے خلاف اس زمانہ میں حق کی آواز پر لبیک کہا۔

خلفائے راشدین میں آپ کا تیسرا نمبر ہے، انتہائی مظلومی کی حالت میں مفسدین کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ خلیفۃ المومنین ہونے اور طاقت رکھنے کے باوجود آپؓ نے مفسدین کے خلاف طاقت کا استعمال نہیں کیا، اس لیے کہ آپ اُمت کے وہ پہلے فرد نہیں بننا چاہتے تھے جو مسلمانوں پر تلوار اُٹھانے والا ہو اور نہ ہی مفسدین کے اس مطالبے کے آگے کمزوری دکھائی کہ خلافت سے دست بردار ہو جائیں۔ قرآن کے پہلے سرکاری نسخے (authenticated versons) تمام اسلامی سلطنتوں میں بھجوائے اور قرآن پڑھتے ہوئے، ایک نسخے پر اپنے گرنے والے خون کے دھبّوں سے اپنی معصومیت کی مہر لگا کر جان دی۔

عبدالرحمٰن بن عوفؓ

عبدالرحمنؓ کا اصلی نام عبد عمرو تھا اور کنیت ابو محمد، جب ایمان لائے تو رسول اللہ ﷺ نے مشرکانہ نام تبدیل کر کے عبدالرحمن رکھا۔ اِس وقت آپ کی عمر تیس برس سے کچھ اوپر ہو چکی تھی، دورِ جاہلیت میں ہی شراب سے تائب ہو چکے تھے، ابو بکرؓ کی تبلیغی مساعی سے نبی ﷺ کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا۔ پہلے ہجرت کر کے حبشہ تشریف لے گئے، پھر وہاں سے مدینہ پہنچے، یہاں رسول اللہ ﷺ نے سعد بن الربیع انصاریؓ سے بھائی چارہ کروایا، اور وہ انصار میں سے سب سے زیادہ مال دار تھے اور طبیعت کے فیاض بھی تھے، پیش کش کی کہ میرا نصف مال تم لے لو، اور میری دو بیویاں ہیں ان کو دیکھو جو پسند آئے میں اُسے طلاق دے دوں گا، عدت گزارنے کے بعد تم نکاح کر لینا[۷۹]، لیکن عبدالرحمنؓ کی خودداری نے مال لینا گوارا نہ کیا اور جواب دیا کہ اللہ تمھارے مال اور اہل

۷۹ انصاری صحابہ کی اپنے مہاجرین بھائیوں کے لیے بیویوں کو طلاق دے دینے کی پیشکش پر مستشرقین شدید تنقید اور

وعیال میں برکت دے مجھے صرف بازار دکھادو، لوگوں نے بنی قینقاع کے بازار میں پہنچادیا، وہاں سے واپس آئے تو کچھ گھی اور پنیر وغیرہ نفع میں بچالائے۔ دوسرے روز باقاعدہ تجارت شروع کردی، یہاں تک کہ کچھ دنوں کے بعد بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے تو جسم کی سجاوٹ، لباس اور خوشبوؤں سے ایسا صاف ظاہر ہورہا تھا گویا دولہا ابھی شادی کی محفل سے اُٹھ کر آیا ہے، پوچھنے پر بتایا کہ ایک انصاریہ سے شادی کرلی ہے، پوچھا مہر کس قدر؟ عرض کیا ایک کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا، حکم ہوا: اَوْلِمْ وَلَوْبِشَاۃٍ"، "تو پھر ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی کا ہو۔"

سائلوں، مسکینوں اور احباب کو کھانا کھلانا اُن کا ذوق تھا، تاہم اگر قیمتی اور خوش ذائقہ کھانا سامنے آجاتا تو گذشتہ فقروفاقہ یاد کرکے آنکھیں پرنم ہوجاتیں فقروفاقہ کے زمانے میں بیماری کی وجہ سے جسم موٹے کپڑے سے الرجک ہوگیا تھا نبی ﷺ نے آپ کو خاص طور پر ریشمی کپڑے پہننے کی استثنائی اجازت دی [exceptional] تھی، ایک دفعہ آپ کے بیٹے ابوسلمہ ریشمی کرتہ پہنے ہوئے تھے، عمرؓ نے دیکھا تو اُن کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر کرتہ پھاڑ دیا، عبدالرحمنؓ نے کہا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ مجھے اجازت ملی ہے، فرمایا ہاں معلوم ہے! لیکن وہ اجازت صرف تمھارے لیے ہے تمھارے بیٹے کے لیے نہیں ہے۔

سعد بن ابی وقاصؓ

ابواسحٰق آپ کی کنیت تھی اُنیس برس کی عمر میں ابوبکرؓ کی کوششوں سے اسلام قبول کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس اُن ہی کے ہم راہ تشریف لائے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو تیسرا مسلمان بتاتے ہیں، لیکن علماء کی تحقیق کے مطابق اللہ تعالیٰ چھ سات دیگر خاندان کے سربراہوں کو اِن سے قبل اسلام لانے کی توفیق عطا فرما چکے تھے۔ جہاں تک ان سے قبل ایمان لانے والوں کی تعداد کا معاملہ ہے تو صرف نبی ﷺ کے گھر میں نبوت کے پہلے دو ایّام میں چھ افراد، چار خواتین [ایک بیوی او تین بیٹیاں] اور دو مرد ایمان لا چکے تھے، یہ ممکن ہے کہ سعد بن ابی وقاصؓ کو تمام اہلِ ایمان سے اپنے قبولِ اسلام کے وقت تعارف نہ ہو اور وہ صرف دو اہلِ ایمان کو جانتے ہوں۔

اسے عورتوں پر ظلم قرار دیتے ہیں۔ اس معاملے کی حیثیت پر ہم ان شاءاللہ ہجرتِ مدینہ کے موقع پر گفتگو کرکے یہ بتائیں گے اس زندگی کو اللہ کی خاطر بسر کرنے والے اور دنیا کو آخرت کی کھیتی جاننے والے مومن مردوں، اور جاننے والی مومن عورتوں کے نزدیک اِس دنیا اور اس کے علائق کی کیا حیثیت اور اہمیت ہوتی ہے۔

دورِ نبوت کے پہلے تین برسوں (کم و بیش) کے دوران مسلمان، قریش سے خواہ مخواہ مقابلے کی قبل از وقت فضا پیدا کرنے سے احتراز کرنے کی خاطر، حرم کے بجائے آبادی سے ہٹ کر پہاڑیوں کے درمیان گھاٹیوں میں نماز ادا کرتے تھے۔ایک دفعہ ایک گھاٹی میں چند صحابہؓ نماز میں مصروف تھے، اتفاق سے قریش کے کچھ لوگ اِس طرف آگئے اور ان لوگوں کا مذاق اُڑانے لگی، سعد بن ابی وقاصؓ نے اونٹ کی ایک ہڈی اٹھا کر اس زور سے ماری کہ ایک کا سر پھٹ گیا، اسلام کی حمایت میں یہ پہلا زخم تھا جو کسی کو لگایا گیا۔

سعد بن ابی وقاصؓ کی والدہ کو جب بیٹے کی تبدیلی مذہب کی اطلاع ملی تو بہت ناراض ہوئیں اور طویل عرصے اُنھیں شرک کی طرف واپس آنے کے لیے مجبور کرتی رہیں، یہاں تک کہ نبوت کے پانچویں برس، جب سب قریش کے لوگوں نے اپنے اپنے رشتہ داروں، غلاموں اور زیرِ دست لوگوں پر دباو ڈالنا اور مارنا پیٹنا شروع کیا تو اُن کی والدہ نے بھی سعدؓ سے شدید قسم کا احتجاج کیا اور بات چیت، کھانا پینا سب چھوڑ دیا، سعدؓ اپنی ماں کے چہیتے اور فرماں بردار تھے، یہ سخت آزمائش تھی، والدہ مسلسل تین دن تک احتجاجاً بے آب و دانہ بھوکی پیاسی رہیں اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے تمام مومنین کے لیے معصیتِ الٰہی میں والدین کی نافرمانی کا ایک قانون عطا فرما دیا - وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا (الْعَنْكَبُوْت:٨) { ترجمہ: لیکن اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تُو میرے ساتھ کسی ایسے (معبود) کو شریک ٹھہرائے جسے تُو (میرے شریک کی حیثیت سے) نہیں جانتا تو ان کی اطاعت نہ کر۔}

سعد رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُس وقت تک مکہ ہی میں مقیم رہے جب تک کاروانِ حق سے اللہ کی خاطر اپنے وطن اور گھر بار کو چھوڑ کر یثرب کی جانب منتقل ہونے کا مطالبہ نہیں کیا گیا۔ آپ حبشہ نہیں گئے گو مکہ کی زمین عام مسلمانوں کے لیے تنگ اور پُر صعوبت تھی مگر آپ صبر سے ہر قسم کے ناگوار حالات کا مقابلہ کرتے رہے۔جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہجرت کا اِذن ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو مدینہ کی جانب نکلنے کا حکم دیا، تب حکم عام کی تعمیل میں سعد بن ابی وقاصؓ اپنا گھر بار چھوڑ کر مدینہ کی جانب ہجرت کے لیے نکل کھڑے ہوئے اور وہاں اپنے بھائی عتبہ بن ابی وقاصؓ کے مکان میں قیام کیا۔ جنھوں نے ایام جاہلیت میں ایک خون

کیا تھا اور انتقام کے خوف سے مدینہ میں سکونت پذیر تھے۔ مدینے پہنچ کر مسلمانوں کو یک گونہ آزادی میسر آئی تاہم ہر دم قریش مکہ کے حملہ کا خطرہ موجود تھا، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے عبدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کو ساٹھ سواروں کے ساتھ قریش کے قافلوں کی نقل و حرکت دریافت کرنے کے لیے روانہ فرمایا، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی اس دستے میں شامل تھے۔ حجاز کے ساحلی علاقہ میں قریش کی ایک بڑی جماعت سے سامنا ہوا چونکہ صرف خبر گیری مقصد تھی اس لیے کوئی لڑائی نہ کی مگر یہاں بھی سعد رضی اللہ عنہ کی نیکی میں سبقت کے لیے طبیعتِ بے تاب نے ایک تیر چلا ہی دیا، یہ بھی نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اسلامی تحریک کا پہلا تیر تھا جو اللہ کی راہ میں چلایا گیا۔

طلحہ الخیر رضی اللہ عنہ

آپ کے دو لقب تھے، فیاض اور خیر؛ ابو محمد کنیت تھی۔ طلحہ رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے چوبیس برس قبل پیدا ہوئے، یعنی آپ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کم و بیش ۲۹ برس چھوٹے تھے۔ ان کو بچپن ہی سے تجارتی مشاغل میں مصروف ہونا پڑا، عنفوانِ شباب ہی میں دور دراز ممالک کے سفر کا اتفاق ہوا۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں اسلام قبول کرنے حاضر ہوئے، طلحہ رضی اللہ عنہ ان آٹھ آدمیوں میں سے ایک ہیں جو ابتدائے اسلام میں ایمان لائے، اسلام لانے کے بعد جب چوتھے برس سے کفار کے جبر و ستم کا آغاز ہوا تو وہ بھی اس سے محفوظ نہ رہے، عثمان بن عبید اللہ نے جو نہایت سخت مزاج اور طلحہ رضی اللہ عنہ کا حقیقی بھائی تھا، ان کو اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ایک ہی رسی میں باندھ کر مارا کہ اسلام کو ترک کر دیں۔ طلحہ رضی اللہ عنہ نے مکہ میں نہایت خاموش زندگی بسر کی اور اپنے تجارتی مشاغل میں مصروف رہے، چناں چہ جس وقت رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ سفرِ ہجرت میں مدینہ تشریف لے جا رہے تھے، اس وقت وہ اپنے تجارتی قافلہ کے ساتھ شام سے واپس آ رہے تھے، راہ میں ملاقات ہوئی، انھوں نے ان دونوں کی خدمت میں کچھ شامی سفید کپڑے پیش کیے اور بتایا کہ اہل مدینہ نہایت بے چینی اور اضطراب کے ساتھ انتظار کر رہے ہیں۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان سفید کپڑوں میں مدینہ کی طرف بڑھے اور طلحہ رضی اللہ عنہ نے مکہ پہنچ کر اپنے تجارتی کاروبار کو لپیٹا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اہل و عیال کو لے کر مدینہ پہنچے، اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنا مہمان بنایا۔

عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ

ابوالسائب آپ کی کنیت تھی، آپ نے جاہلیت میں بھی کبھی شراب نہ پی۔ سن پانچ نبوی میں صحابہؓ کی ایک جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے حبش کی راہ لی، عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ مہاجرین کے امیر تھے۔ تمام قریش کے ایمان لانے کی ایک غلط افواہ سُن کر مکہ واپس آ گئے۔ ولید بن مغیرہ کے نے اِن کو اپنی پناہ دی لیکن ایک روز ولید بن مغیرہ کے پاس پہنچے اور فرمایا، اے ابو عبد شمس تمھاری ذمہ داری پوری ہو چکی، اس وقت تک میں تمھاری پناہ میں تھا، لیکن اب اللہ اور اس کے رسول کی حمایت میں رہنا پسند کرتا ہوں، (جس طرح دیگر اہلِ ایمان بغیر کسی کی پناہ کے رہ رہے ہیں) میرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کا نمونہ کافی ہے۔

اس اعلان کے بعد ایک روز عثمان بن مظعونؓ قریش کی ایک مجلس میں تشریف لائے، لبید اُس زمانہ کا مشہور شاعر تھا اُس نے جب اپنا قصیدہ سناتے ہوے یہ مصرع پڑھا، جس کے معنی ہیں کہ اللہ کے سوا تمام چیزیں ہلاک ہونے والی ہیں، تو عثمانؓ نے بے اختیار داد دی کہ تم نے سچ کہا؛ لیکن جب اس نے دوسرا مصرعہ پڑھا: کل نعیم لامحالۃ زائل یعنی تمام نعمتیں یقیناً زائل ہو جائیں گی تو عثمانؓ بول اُٹھے، جھوٹ کہتے ہو جنت کی نعمتیں کبھی زائل نہ ہوں گی، لبید نے خفیف ہو کر کہا، اے قریش کے لوگو! اللہ کی قسم تمھاری مجلسوں کا حال یہ نہ تھا، اس جملہ سے تمام مجمع کو غصہ آ گیا اور ایک شخص نے آپ کو اس زور سے طمانچہ مارا کہ ایک آنکھ زرد پڑ گئی، لوگوں نے کہا عثمان! اللہ کی قسم تم ولید کی حمایت میں نہایت معزز تھے اور تمھاری آنکھ اس صدمہ سے محفوظ تھی، بولے اللہ کی حمایت سب سے زیادہ با امن وذی عزت ہے اور جو میری آنکھ صحیح و تندرست ہے وہ بھی اپنے رفیق کے صدمہ میں شریک ہونے کی متمنی ہے، ولید نے کہا کیا اب بھی تم میری پناہ میں آنا قبول کرتے ہو؟ فرمایا میرے لیے صرف اللہ کی پناہ بہت ہے۔ رہبانیت کی طرف شدید میلان تھا، ایک دفعہ انھوں نے چاہا کہ اپنی فطری شہوت کو فنا کر دیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہ دی اور فرمایا: "کیا میری ذات تمھارے لیے اُسوہ حسنہ نہیں ہے؟ میں اپنی بیویوں سے ملتا ہوں، گوشت کھاتا ہوں، روزے رکھتا ہوں اور افطار کرتا ہوں، بے شک میری امت کا خصی ہونا صرف روزے رکھنا ہے، اس لیے جو شخص خصی کرے گا یا خصی بنے گا وہ میری امت سے نہیں ہے۔"

شوقِ عبادت نے بیوی سے بالکل بے نیاز کر دیا تھا، ایک روز ان کی زوجہ محترمہ حرم نبوی ﷺ میں آئیں، اُمہات المومنینؓ نے ان کو عمدہ سنوری ہوئی حالت میں نہ پاکر پوچھا، تم نے ایسی شکل کیوں بنا رکھی ہے؟ تمھارے شوہر تو دولت مند ہیں" بولیں مجھے ان سے کیا سروکار؟ وہ رات رات بھر نمازیں پڑھتے ہیں، دن کو روزے رکھتے ہیں، امہات المومنینؓ نے نبی ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ اسی وقت عثمان بن مظعونؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا عثمان بن مظعون کیا میری ذات تمھارے لیے نمونہ نہیں ہے؟ بولے میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا بات ہوئی؟ ارشاد ہوا، تم رات بھر عبادت کرتے ہو، دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے ہو، عرض کیا "ہاں" ایسا کرتا ہوں، حکم ہوا، ایسا نہ کرو، تمھاری آنکھ کا، تمھارے جسم کا اور تمھارے اہل و عیال کا تم پر حق ہے، نمازیں بھی پڑھو اور آرام بھی کرو، روزے بھی رکھو اور افطار بھی کرو" اس نصیحت پر آپؓ نے عمل کیا۔ غزوۂ بدر میں شریک تھے، میدانِ جنگ سے واپس آکر اُسی برس بیمار ہوئے، انصاری بھائی اور آپ کے بیوی بچوں نے تیمارداری کی، ہجرت کے ۳۰ ماہ بعد یعنی ۳ ہجری کے آخری ایام میں ام العلاؓ انصاریہ کے گھر میں وفات پائی۔

ام العلا انصاریہؓ فرماتی ہیں کہ جب تجہیز و تکفین کے بعد جنازہ تیار ہوا تو نبی ﷺ تشریف لائے، میں نے کہا ابوالسائب! تم پر اللہ کی رحمت ہو میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ نے تم کو معزز کیا، ارشاد ہوا تمھیں کس طرح معلوم ہوا کہ اللہ نے معزز کیا؟ میں نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں اے اللہ کے رسول اللہ پھر کس کو معزز کرے گا؟ فرمایا عثمانؓ کو درجہ یقین [کامل ایمان] حاصل تھا اور میں اس کے لیے بہتری کی امید رکھتا ہوں، لیکن اللہ کی قسم میں اللہ کا رسول ہو کر بھی نہیں جانتا کہ میرا کیا انجام ہوگا۔ (بخاری کتاب الجنائز: ۱/ ۱۶۶)

رسول اللہ ﷺ کو عثمان بن مظعونؓ کی مفارقت کا شدید غم تھا، آپ ﷺ نے تین دفعہ جھک کر ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اس قدر چشم پرنم ہوئے کہ مبارک آنسوؤں نے عثمانؓ کے رخسار کو گیلا کیا، پھر سر مبارک اُٹھا کر بھرّائی ہوئی آواز میں فرمایا، ابوالسائب، میں تم سے جدا ہوتا ہوں، تم دنیا سے اس طرح نکل گئے کہ تمھارا دامن ذرا بھی اس دنیا سے ملوث نہ ہوا۔ ایک روایت کے مطابق اس وقت تک مدینہ میں مسلمانوں کا کوئی خاص قبرستان نہ تھا، عثمانؓ کی وفات کے

بعد نبی ﷺ نے مقام البقیع کو مسلمانوں کے قبرستان کے لیے منتخب فرمایا، چناں چہ آپؓ وہ پہلے صحابی تھے جو اس گورِستان میں دفن ہوئے[۴۰]، آپ ﷺ نے جنازہ کی نماز پڑھائی، قبر کے کنارے کھڑے ہو کر اہتمام سے دفن کرایا اور قبر کے سرے پر کوئی چیز بطور علامت نصب کر کے فرمایا، اب جو مرے گا وہ اسی کے آس پاس مدفون ہوگا۔

ابو عبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ

آپ کا نام عامر تھا، اپنی کنیت ابو عبیدہ سے جانے جاتے ہیں آپ کا لقب امینُ الامّت تھا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے اسلام قبول کیا غزوۂ بدر میں ابو عبیدہؓ کے والد عبد اللہ کفار کی طرف سے لڑنے آئے تھے، انھوں نے دانستہ خوب نشانہ باندھ کر اپنے بیٹے کو مارنا چاہا لیکن ابو عبیدہؓ نے ایک ہی ہاتھ میں اُن کا کام تمام کر دیا، در حقیقت یہ میدانِ جنگ میں ایمانِ خالص کا اظہار تھا، جس میں مخالف کیمپ میں باپ، بھائی، دوست احباب اور تمام رشتہ دار بالکل اجنبی دشمن کی طرح نظر آتے ہیں، چناں چہ قرآن پاک نے اللہ کی خاطر اپنے رشتہ داروں سے کٹنے کی ان الفاظ میں داد دی۔ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ ترجمہ: تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی یا ان کے اہل خاندان۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک روح عطا کر کے ان کو قوت بخشی ہے۔ (الْمُجَادِلَة: ۲۲)

غزوۂ احد میں رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا اور زرہ کی دو کڑیاں گڑ گئیں تھیں جس سے سخت تکلیف ہوئی تھی، ابو عبیدہؓ نے دانت سے پکڑ کر کھینچا اِن کڑیوں کو اس طرح نکالنے کے دوران امین الامت کے دو دانت ٹوٹ گئے جو آپؓ کی رسول اللہ ﷺ سے محبت کا نشان بن گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے اہل بحرین سے مصالحت کر لی تھی، اور علا بن الحضرمی کو بحرین کا امیر مقرر کیا تھا، ابو عبیدہؓ ایک دفعہ وہاں سے جزیہ کی رقم لانے پر مامور ہوئے، جب جزیہ لے کر مدینہ پہنچے

۴۰ دوسری روایات کے مطابق پہلے صحابی جو بقیع کے قبرستان میں دفن ہوئے وہ اسعدؓ بن زرارہ ہیں، راقم کے گمان میں یہی بات حقیقت سے زیادہ قریب ہے۔

تو اس روز صبح کو مسجد میں معمول کے خلاف بہت زیادہ لوگ جمع ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے متبسم ہو کر فرمایا شاید تم لوگوں کو ابو عبیدہؓ کے آنے کی اطلاع ہو گئی ہے، لوگوں نے عرض کیا 'ہاں یا رسول اللہ' آپؐ نے فرمایا کہ آج میں تمھیں خوش کر دوں گا؛ لیکن اللہ کی قسم میں تمھارے فقر و افلاس سے نہیں ڈرتا؛ بلکہ مجھے ڈر ہے کہ پہلے لوگوں کی طرح تمھارے اوپر بھی دنیا کشادہ ہو جائے گی اور جس طرح پہلی قوموں کو دنیا کی دوڑ اور حسد و طمع نے ہلاک کیا، تمھیں بھی ہلاک کر دے گی۔

ابو سلمہ بن عبد الاسد رضی اللہ عنہ

عبد اللہ بن عبد الاسد آپ کا نام تھا اور ابو سلمہ کنیت تھی۔ ابو سلمہؓ نے حبشہ کی جانب دونوں ہجرتوں میں شرکت کی، ان کی بیوی ام سلمہؓ بھی رفیقِ سفر رہیں، پھر حبش سے واپس آکر عازم مدینہ ہوئے، بخاری کی ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سب سے پہلے مہاجر تھے جو مدینۃ النبی میں تشریف لائے، مگر بخاری کی ایک دوسری روایت میں اوّلیت کا سہرا مصعب بن عمیرؓ کے سر باندھا گیا ہے، علمائے حدیث ان دونوں میں اس طرح ہم آہنگی پیدا کرتے ہیں کہ ابو سلمہؓ جب حبش سے مکہ واپس آنے کے بعد مدینہ چلے تو مستقل ہجرت کا حکم نہیں ہوا تھا، بر خلاف اس کے مصعب بن عمیرؓ مدینے کی جانب مستقل ہجرت کے حکم کے بعد مدینہ آئے۔

غزوۂ بدر و اُحد میں شرکت فرمائی، غزوہ اُحد میں لگنے والے ایک تیر نے ان کا بازو زخمی کر دیا جو کامل ایک ماہ تک زیر علاج رہنے کے بعد بظاہر مندمل ہو گیا، لیکن غیر محسوس طریقہ پر اندر ہی اندر زخم بڑھتا رہا اُسی کے اثر سے کچھ عرصہ کے بعد انتقال فرمایا [انا للہ وانا الیہ راجعون]۔

ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ایک روز ابو سلمہؓ نبی ﷺ کی مجلس سے بڑے اچھے موڈ میں گھر واپس آئے اور کہنے لگے کہ آج مجھے رسول اللہ ﷺ کے ایک ارشاد نے خوب حوصلہ دیا اور خوش کر دیا، آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو مصیبت زدہ مسلمان اپنی مصیبت میں اللہ کی طرف رجوع کر کے کہتا ہے: "اے اللہ! اس مصیبت میں میری مدد کر اور (نقصان کا) بہتر نعم البدل عطا فرما" تو اللہ اس کی دعا قبول فرماتا ہے۔ امّ سلمہؓ فرماتی ہیں: چناں چہ ابو سلمہؓ کی موت نے جب مجھے نقصان پہنچایا تو میں نے اللہ کی طرف رجوع کر کے کہا اے اللہ! میری مدد کر اور کھوئی ہوئی چیز سے بہتر چیز عطا فرما؛ اور دل یہ کہتا تھا ابو سلمہؓ کا نعم البدل کون ہو سکتا ہے؟ عدت گزرنے کے بعد جب خود رسول اللہ ﷺ نے

نکاح کا پیام بھیجا تو مجھے معلوم ہو گیا کہ اللہ نے نعم البدل کا انتظام کر دیا ہے!

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

عبدالرحمن آپؓ کی کنیت تھی، دینِ اسلام سے زمانہ جاہلیت میں عقبہ بن معیط کی بکریاں چراتے تھے۔ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکرؓ کے ساتھ اس طرف سے گزرے جہاں یہ بکریاں چرا رہے تھے،ان دونوں حضرات کی شخصیات سے بہت متاثر ہوئے اور گزارش کی کہ ہدایت کی تعلیم دیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت سے ان کے سر پر دستِ مبارک پھیر کر فرمایا، تم تعلیم یافتہ بچے ہو۔اُس روز سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگردوں میں شامل ہوئے اور براہِ راست نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی تعلیم حاصل کی،اس معاملے میں اُن کا ہم پلہ کوئی نہ تھا۔اسلام قبول کرنے کے بعد وہ ہمیشہ خدمت میں حاضر رہنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنا خادمِ خاص مقرر کر لیا۔

ایک روز مسلمانوں نے آپس میں گفتگو کی اور کہا کہ اللہ کی قسم! قریش کو اب تک بلند آواز سے قرآن کسی نے نہیں سنایا، عبداللہ بن مسعودؓ نے آگے بڑھ کر اپنے آپ کو پیش کیا،لوگوں نے کہا کہ تمھارا خطرہ میں پڑنا مناسب نہیں،اس کام کے لیے تو ایک ایسا شخص درکار ہے جس کا خاندان وسیع ہو اور وہ اس کی حمایت میں مشرکین سے محفوظ رہے، لیکن عبداللہؓ نے اصرار کیا اور دوسرے روز چاشت کے وقت قرآن کی تلاوت باآوازِ بلند شروع کی تو قریش نے تعجب اور غور سے سن کر پوچھا، ابنِ اُمِ عبد کیا کہہ رہا ہے؟ کسی نے کہا کہ محمد پر جو کتاب اتری ہے اس کو پڑھتا ہے، یہ سننا تھا کہ تمام مجمع ٹوٹ پڑا اور اس قدر مارا کہ چہرہ پر ورم آگیا۔

عبداللہؓ جب اس فرض کو انجام دے کر سوجے ہوئے منہ کے ساتھ دارِ ارقم میں اپنے احباب میں واپس آئے تو لوگوں نے کہا کہ ہم اسی ڈر سے تم کو نہ جانے دیتے تھے، بولے، اللہ کی قسم! دشمنانِ دین آج سے زیادہ میری نظر میں کبھی حقیر نہ تھے،اگر تم پسند کرو تو کل میں پھر اسی طرح ان کے مجمع میں جا کر قرآن کریم کی تلاوت کروں،لوگوں نے کہا اس قدر کافی ہے کہ جس قرآن کا سننا وہ ناپسند کرتے تھے اُس کو تم نے سنا دیا۔

عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ

عمرو بن عبسہؓ اور ابوذر غفاریؓ کی ماں ایک تھیں اس طرح دونوں ماں جائے بھائی تھے عمروؓ

اسلام سے قبل ہی بت پرستی کو غلط جانتے تھے، نبی ﷺ کی خبر پا کر مکہ آئے، اس وقت رسول اللہ ﷺ اعلانیہ اِسلام کی تبلیغ نہیں کرتے تھے، اس لیے عمرو بن عبسہؓ ذرا احتیاط سے رسول اللہ ﷺ سے ملے اور سوال کیا کہ آپ کون ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ کا نبی ہوں، پوچھا نبی کیا چیز ہے؟ جواب دیا کہ مجھ کو اللہ نے بھیجا (انسانوں کی ہدایت کے لیے مقرر کیا) ہے، پوچھا کن امور کی تعلیم اور ہدایت کے لیے؟ فرمایا: بت پرستی کو ختم کرانے، توحید کی دعوت دینے اور صلہ رحمی کی تلقین کرنے کے لیے، پوچھا کسی اور نے بھی اس دعوت کو قبول کیا ہے؟ فرمایا: ہاں ایک غلام اور ایک آزاد نے [اس وقت ابو بکرؓ اور بلالؓ آپ کے ساتھ تھے]، اس سوال وجواب کے بعد عرض کیا، مجھ کو بھی اللہ والوں میں شامل کر لیجیے، میں آپ کے ساتھ ہی رہوں گا، فرمایا اِس وقت تم وطن واپس جاؤ، جب میری بات کی شہرت ہو جائے پھر چلے آنا۔

مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد نبی ﷺ کی ہدایت کے مطابق وطن لوٹ گئے اور آنے جانے والوں سے برابر حالات کا پتا چلاتے رہے، اتفاق سے مدینے سے کچھ لوگ آپ کے یہاں آئے، اُن سے پوچھا کہ جو شخص مدینہ میں آیا ہے، اُس کا کیا حال ہے انھوں نے کہا کہ لوگ جوق در جوق اس کی طرف ٹوٹ رہے ہیں، اس کی قوم نے تو اس کو قتل کر دینے کا تہیہ کر لیا تھا، مگر قتل نہ کر سکی، اب وہ مدینہ آگیا ہے۔ یہ جان کر مدینہ روانہ ہوگئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا تعارف کرایا، آپ نے فرمایا، میں نے تم کو پہچان لیا تم مکہ میں مجھ سے ملے تھے، پھر عمروؓ نے باقی زندگی وہیں گزاری۔

☆☆☆☆

خاموش غیر مہماتی دعوتی وتربیتی کام

گذشتہ صفحات میں آپ نے نبی ﷺ کے اوّلین ساتھیوں کے ایمان لانے اور بہت مختصراً اُن کے اوصاف اور کارناموں کا مطالعہ کیا۔ اِن لوگوں نے خاموش غیر مہماتی، دعوتی وتربیتی کام کے ذریعے دنیا میں ایک تہذیبی اور سیاسی انقلاب برپا کر دیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو سُوْرَۃُ الْعَلَق کی پہلی پانچ آیات کے نزول کے بعد نبوت کے ایک برس کے اندر اندر ایمان لے آئے۔ اس طرح آثارِ آغازِ نبوت ﷺ کے بعد ڈیڑھ برس مکمل ہوگئے [کہ آثارِ نبوت ظاہر ہونے کے بعد چھ ماہ (۹ ربیع الاول تا ۲۱ رمضان المبارک) تعبد وتحنث میں بسر ہوئے تھے [یکم شوال سے سُوْرَۃُ الْمُدَّثِّر کی ابتدائی سات

آیتوں کی حکم کی تعمیل میں اللہ تبارک و تعالٰی کی رہ نمائی میں خاموش اور غیر مہماتی دعوتی کام شروع ہو گیا تھا، اس دوران جو قرآن مجید نازل ہوا اُس کا بھی مختصر جائزہ آچکا ہے۔ غیر اعلانیہ اور غیر مہماتی دعوتی کام کم و بیش تیسرے برس کے اختتام تک جاری رہا یعنی ابھی اس دورانیے کے ڈیڑھ سال مزید باقی ہیں۔ یہ سوال بہت اہم ہیں کہ اِس دوران جو قرآن مجید مزید نازل ہوا وہ اس ٹیم کو کیا سکھاتا رہا؟ اُن کے اندر کیا جوت جگاتا، کن جذبوں کو سلگاتا اور اُن کی زندگیوں کے لیے کیا سمت عطا کرتا رہا؟ اور جو لوگ مزید اِس قافلہِ راہِ حق میں شامل ہوئے وہ کون تھے اور کس طرح انھوں نے قرآن کو سمجھنے اور اُس پر عمل کرنے کا حق ادا کرنے کے ساتھ اعلائے کلمۃ اللہ کی جدوجہد میں اپنے قائد نبی ﷺ کے ساتھ اور آپس میں ایک ہم آہنگی کے ساتھ کام کیا اِن کا جائزہ ہم اگلے باب میں لیں گے۔

نبی ﷺ کے جاں نثاروں کے اوصاف

یہ بات بہت غور طلب ہے کہ اصل کش مکش سے قبل کس طرح نبی ﷺ نے وہ ٹیم تیار کرنے میں اپنی ساری توانائیاں صَرف کیں، جو آنے والی کش مکش میں کام کر سکے؟ وہ کون سے مطلوبہ اوصاف [تقویٰ، ایثار، آخرت کی طلب، جاں نثاری، لگن، دنیا سے کامل بے رغبتی، عسکری جذبہ، ہر شعبہ زندگی کے لیے ہر طرح کی بہترین صلاحیتیں، قائدانہ اوصاف اور کردار میں اس طرح کے دیگر تمام اوصاف] کس طرح اپنی ٹیم میں پیدا کیے........ جن کے ذریعے دنیا میں ایک تہذیبی اور سیاسی انقلاب لایا جاسکا؟ نبی ﷺ نے عرب کے اِس گوشے سے آخر انسانوں کو کس ترکیب سے چنا، اُن کو صیقل کیا، باطل سے ٹکرا دیا اور........ دنیا کا جغرافیہ، تمدن اور اُس کے سیاسی تانے بانے کو قیامت تک کے لیے تبدیل کر دیا؟ نہ یہ پروپگینڈے کا کمال تھا اور نہ ہی میڈیا کی ساحری؟ یہ اُس ؐ کی بندگی کا کمال تھا، یہ اُس ؐ کے گرد جمع بندوں کی جاں نثاری اور خالق کی کمالِ قبولیت کا اظہار تھا۔

☆☆☆☆☆

سنہ ۶۱۱ء کا جولین کیلنڈر [اِن شمسی تاریخوں کے دوران رسولِ اکرم ﷺ کی نبوت کا دوسرا قمری برس جاری رہا]

	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	
جنوری				1 ۱۰	2 ۱۱	3 ۱۲	4 ۱۳	5 ۱۴	6 ۱۵	7 ۱۶	8 ۱۷	9 ۱۸	10 ۱۹	11 ۲۰	12 ۲۱	13 ۲۲	14 ۲۳	15 ۲۴	16 ۲۵	17 ۲۶	18 ۲۷	19 ۲۸	20 ۲۹	21 ۳۰	22 ربیع۱	23 ۲	24 ۳	25 ۴	26 ۵	27 ۶	28 ۷	29 ۸	30 ۹	31 ۱۰				ربیع۱
فروری							1 ۱۱	2 ۱۲	3 ۱۳	4 ۱۴	5 ۱۵	6 ۱۶	7 ۱۷	8 ۱۸	9 ۱۹	10 ۲۰	11 ۲۱	12 ۲۲	13 ۲۳	14 ۲۴	15 ۲۵	16 ۲۶	17 ۲۷	18 ۲۸	19 ۲۹	20 ربیع۲	21 ۲	22 ۳	23 ۴	24 ۵	25 ۶	26 ۷	27 ۸	28 ۹				ربیع۲
مارچ							1 ۱۰	2 ۱۱	3 ۱۲	4 ۱۳	5 ۱۴	6 ۱۵	7 ۱۶	8 ۱۷	9 ۱۸	10 ۱۹	11 ۲۰	12 ۲۱	13 ۲۲	14 ۲۳	15 ۲۴	16 ۲۵	17 ۲۶	18 ۲۷	19 ۲۸	20 ۲۹	21 ۳۰	22 جمادی۱	23 ۲	24 ۳	25 ۴	26 ۵	27 ۶	28 ۷	29 ۸	30 ۹	31 ۱۰	جمادی۱
اپریل			1 ۱۱	2 ۱۲	3 ۱۳	4 ۱۴	5 ۱۵	6 ۱۶	7 ۱۷	8 ۱۸	9 ۱۹	10 ۲۰	11 ۲۱	12 ۲۲	13 ۲۳	14 ۲۴	15 ۲۵	16 ۲۶	17 ۲۷	18 ۲۸	19 ۲۹	20 ۳۰	21 جمادی۲	22 ۲	23 ۳	24 ۴	25 ۵	26 ۶	27 ۷	28 ۸	29 ۹	30 ۱۰						جمادی۲
مئی					1 ۱۱	2 ۱۲	3 ۱۳	4 ۱۴	5 ۱۵	6 ۱۶	7 ۱۷	8 ۱۸	9 ۱۹	10 ۲۰	11 ۲۱	12 ۲۲	13 ۲۳	14 ۲۴	15 ۲۵	16 ۲۶	17 ۲۷	18 ۲۸	19 ۲۹	20 رجب	21 ۲	22 ۳	23 ۴	24 ۵	25 ۶	26 ۷	27 ۸	28 ۹	29 ۱۰	30 ۱۱	31 ۱۲			رجب
جون	1 ۱۳	2 ۱۴	3 ۱۵	4 ۱۶	5 ۱۷	6 ۱۸	7 ۱۹	8 ۲۰	9 ۲۱	10 ۲۲	11 ۲۳	12 ۲۴	13 ۲۵	14 ۲۶	15 ۲۷	16 ۲۸	17 ۲۹	18 شعبان	19 ۲	20 ۳	21 ۴	22 ۵	23 ۶	24 ۷	25 ۸	26 ۹	27 ۱۰	28 ۱۱	29 ۱۲	30 ۱۳								شعبان
جولائی			1 ۱۴	2 ۱۵	3 ۱۶	4 ۱۷	5 ۱۸	6 ۱۹	7 ۲۰	8 ۲۱	9 ۲۲	10 ۲۳	11 ۲۴	12 ۲۵	13 ۲۶	14 ۲۷	15 ۲۸	16 ۲۹	17 رمضان	18 ۱	19 ۲	20 ۳	21 ۴	22 ۵	23 ۶	24 ۷	25 ۸	26 ۹	27 ۱۰	28 ۱۱	29 ۱۲	30 ۱۳	31 ۱۴					رمضان
اگست						1 ۱۵	2 ۱۶	3 ۱۷	4 ۱۸	5 ۱۹	6 ۲۰	7 ۲۱	8 ۲۲	9 ۲۳	10 ۲۴	11 ۲۵	12 ۲۶	13 ۲۷	14 ۲۸	15 ۲۹	16 شوال	17 ۲	18 ۳	19 ۴	20 ۵	21 ۶	22 ۷	23 ۸	24 ۹	25 ۱۰	26 ۱۱	27 ۱۲	28 ۱۳	29 ۱۴	30 ۱۵	31 ۱۶		شوال
ستمبر		1 ۱۷	2 ۱۸	3 ۱۹	4 ۲۰	5 ۲۱	6 ۲۲	7 ۲۳	8 ۲۴	9 ۲۵	10 ۲۶	11 ۲۷	12 ۲۸	13 ۲۹	14 ذوالقعدہ	15 ۲	16 ۳	17 ۴	18 ۵	19 ۶	20 ۷	21 ۸	22 ۹	23 ۱۰	24 ۱۱	25 ۱۲	26 ۱۳	27 ۱۴	28 ۱۵	29 ۱۶	30 ۱۷							ذوالقعدہ
اکتوبر				1 ۱۸	2 ۱۹	3 ۲۰	4 ۲۱	5 ۲۲	6 ۲۳	7 ۲۴	8 ۲۵	9 ۲۶	10 ۲۷	11 ۲۸	12 ۲۹	13 ۳۰	14 ذی الحج	15 ۲	16 ۳	17 ۴	18 ۵	19 ۶	20 ۷	21 ۸	22 ۹	23 ۱۰	24 ۱۱	25 ۱۲	26 ۱۳	27 ۱۴	28 ۱۵	29 ۱۶	30 ۱۷	31 ۱۸				ذی الحج
نومبر							1 ۱۹	2 ۲۰	3 ۲۱	4 ۲۲	5 ۲۳	6 ۲۴	7 ۲۵	8 ۲۶	9 ۲۷	10 ۲۸	11 ۲۹	12 محرم	13 ۲	14 ۳	15 ۴	16 ۵	17 ۶	18 ۷	19 ۸	20 ۹	21 ۱۰	22 ۱۱	23 ۱۲	24 ۱۳	25 ۱۴	26 ۱۵	27 ۱۶	28 ۱۷	29 ۱۸	30 ۱۹		محرم
دسمبر		1 ۲۰	2 ۲۱	3 ۲۲	4 ۲۳	5 ۲۴	6 ۲۵	7 ۲۶	8 ۲۷	9 ۲۸	10 ۲۹	11 ۳۰	12 صفر	13 ۲	14 ۳	15 ۴	16 ۵	17 ۶	18 ۷	19 ۸	20 ۹	21 ۱۰	22 ۱۱	23 ۱۲	24 ۱۳	25 ۱۴	26 ۱۵	27 ۱۶	28 ۱۷	29 ۱۸	30 ۱۹	31 ۲۰						صفر

اوپر آپ، ۶۱۱ء کا جولین یا شمسی کیلنڈر دیکھ رہے ہیں۔ اِس سال یکم جنوری، ۱۰ صفر سنہ ۲ نبوی کو واقع ہوئی۔ نبوت کا یہ دوسرا سال ۱۱ نومبر کو اِسی برس ختم ہو جائے گا۔ چوں کہ اشاعت اسلام کا سارا کام کسی ہلچل اور عوامی انداز کے بجائے فرداً فرداً رابطے کے ذریعے ہو رہا تھا، کوئی خاص قابل ذکر واقعہ نہیں ہوا۔ اِس دور میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی نبی ﷺ کے ساتھ نشستوں اور گفتگو کی بہت زیادہ مصدقہ روایات کتب احادیث و تاریخ میں مذکور نہیں ہیں۔ اس برس کے آغاز تک ۱۵۱ افراد حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔

کیلنڈر کو دیکھنے کی رہ نمائی: جدول کے بالکل بائیں جانب دیکھیے، ہر سطر جنوری تا دسمبر ایک ماہ کی نمایندہ ہے۔ یوں بارہ سطروں میں، بارہ مہینوں کی جولین تواریخ دی گئی ہیں۔ شمسی تاریخیں آپ انگلش میں تحریر ہندسوں میں دیکھ سکتے ہیں۔ جدول کے بالکل دائیں جانب قمری مہینوں کے نام ہیں۔ جدول کے ہر خانے میں نیچے کی جانب قمری تاریخیں اردو میں دی گئی ہیں۔ ہر مہینے کی پہلی تاریخ والے خانے میں قمری مہینے کا نام درج ہے۔

دوسرا سالِ نبوت

۲۳نومبر ۶۱۰ءتا۱۱نومبر ۶۱۱ء[قمری اسکیل پر یکم محرم تا۲۹ذوالحجہ]

بارش کے قطروں کی مانند پیہم نزولِ قرآن

۱۳: سُوْرَۃُ التِّیْن [۹۵ — ۳۰:عَمَّ]	تاریخ انسانی میں حق و باطل کے تین معرکے	۱۲۶
۱۴: سُوْرَۃُ الْھُمَزَۃ [۱۰۴—۳۰:عَمَّ]	اخلاقی گراوٹ کے ساتھ مال کی محبت	۱۲۹
۱۵: سُوْرَۃُ الْقَارِعَۃ [۱۰۱—۳۰:عَمَّ]	مناظر قیامت	۱۳۳
۱۶: سُوْرَۃُ الزِّلْزَال [۹۹—۳۰:عَمَّ]	مناظر قیامت	۱۳۵
۱۷: سُوْرَۃُ الْقِیٰمَۃ [۷۵—۲۹:تَبٰرَکَ]	مناظر قیامت	۱۳۶

اُمّ القریٰ (وادی بطحا) میں کاروانِ نبوت دوسرے برس میں اس طرح داخل ہوا کہ اس میں اِکیاون (۵۱) افراد شامل ہیں، اور کم و بیش دو درجن خاندان اسلام سے روشناس ہیں۔ یہ سارے ہی سارے لوگ اپنی قسمت اور توفیقِ الٰہی سے ہدایت مل جانے پر نازاں اور فرحاں ہیں۔

روح الامین پیہم قرآن لے کر نازل ہوتے رہے اب تک ۱۲ سورتیں نازل ہو چکی ہیں جن میں سے دو (العلق اور المدثر) کی ابھی تک صرف ابتدائی آیات نازل ہوئی ہیں، جب کہ باقی دس چھوٹی چھوٹی ہیں اور مکمل نازل ہو چکی ہیں۔ اس نئے شروع ہونے والے سال میں مزید پانچ نازل ہوئی ہیں جن کی فہرست اوپر دی گئی ہے۔

سورتوں کے چھوٹے چھوٹے اثر انگیز بول دل میں اتر جانے والے اور اہلِ ایمان کو آخرت کی زندگی پر مر مٹنے اور دنیا سے بے گانہ کرنے اور ہر معروف (نیکی) کو اختیار کرنے اور ہر منکر اور جانی پہچانی برائی سے بچنے پر آمادہ کرتے ہیں۔ یہ سارے مؤمنین، منافقت کے ہر عیب سے پاک اور شجاعت، جاں نثاری، مقصد کی لگن اور اللہ اور اس کے رسول سے محبت سے سرشار ہیں، یہ زمین کا نمک اور پہاڑی کا چراغ ہیں۔